شاہ ولی اللہ کے فقہی رجحانات المسوّیٰ اور المصفّیٰ کی روشنی میں

مولانا محمد مظہر بقا، ایم اے فاضل دیوبند، استاد شعبہ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کراچی

امت میں ایسے عظیم اشخاص کی کمی نہیں جن کے بعد آنے والے مختلف المسلک لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق انہیں اپنا ہم مسلک سمجھا ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ کو معتزلہ نے انہیں معتزلی سمجھا مرجئہ نے مرجئی سنیوں نے اہل سنت اور بعض دوسرے اصحاب فکر نے اپنا لیا۔

شاہ ولی اللہ تفہیمات میں فرماتے ہیں:۔

والامام ابو حنیفۃ .... ھو من کبار اھل السنۃ وائمتھم، لغم نشاً فی اھل مذھبہ والمنتسبین لہ فی الفروع اٰراء مختلفۃ فمنھم المعتزلۃ کالجبائی وابی ھاشم والزمخشری ومنھم المرجئۃ ومنھم غیر ذالک فھؤلاء کانوا یتبعون اباحنیفۃ فی الفروع

اور امام ابو حنیفہ ...... یہ اہل سنت اور ائمہ اہل سنت کے بڑے لوگوں میں سے ہیں البتہ ان کے اہل مذہب اور ان کے متبعین کی رائیں فروع میں مختلف ہوگئیں ان میں سے بعض معتزلہ ہیں مثلاً جبائی اور ابو ہاشم اور زمخشری بعض مرجئہ ہیں اور بعض ان کے علاوہ یہ لوگ فروع فقیہہ میں ابو حنیفہ کی اتباع کرتے تھے۔

لہ محترم مولانا محمد مظہر بقا صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ کی عبارتوں سے جو نتائج اخذ کئے ہیں ان کے بارے میں مزید گفتگو کی گنجائش ہے چنانچہ مولانا موصوف کے پورے مضمون کی اشاعت کے بعد اس ضمن میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ قاسمی

الفقیہیۃ معانوا ینسبون عقائدھم الباطلۃ الی ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ترویجا لمذھبہم۔

اور اپنے باطل عقائد کو ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے تھے تاکہ اپنے مذہب کو رواج دے سکیں۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ کی عظمت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ان کے بعد آنے والے مختلف فرقوں نے اختلاف مسالک کے باوجود، انہیں اپنا ہم مسلک سمجھا ہے۔

شاہ صاحب کے فقہی مسلک کے بارے میں علماء کی رائیں مختلف ہیں۔

۱۔ بعض لوگ انہیں مجتہد مانتے ہیں اور مجتہد خود صاحب مسلک ہوتا ہے، کسی دوسرے امام کے مسلک کا پابند نہیں ہوتا۔

۲۔ بعض انہیں مقلد مانتے ہیں۔ اور چونکہ برصغیر کے علماء اور عوام کی اکثریت حنفی مسلک کی پابند رہی ہے۔ اس لئے یہاں کے جو لوگ انہیں مقلد مانتے ہیں، وہ انہیں حنفی ثابت کرتے ہیں۔

۳۔ بعض لوگ غیر مقلد مانتے ہیں یا بالفاظ دیگر اہل حدیث۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نہ جست اسرار من

شاہ صاحبؒ کے فقہی مسلک کے بارے میں جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے اس کے متعدد اسباب ہیں :۔

(۱) تناقض :(الف) شاہ صاحب نے خود اپنے بارے میں ایسی تصریحات کی ہیں جو بعض ہر باہم متناقض ہیں۔ مثلاً ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

و بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ واصول فقہ ایشاں و احادیثے کہ متمسک ایشاں است، قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش محدثین افتاد۔ ؎۱

مذہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کو دیکھ کر جن سے ان مذاہب میں استدلال کیا گیا ہے، غیبی نور کی مدد سے میرا دل فقہائے محدثین کی روش پر مطمئن ہوا۔

؎۱ الجزء اللطیف مشمولہ انفاس العارفین ص۱۹۵ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی۔

اس سے غیر مقلد حضرات یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ شاہ صاحب انہی کی طرح غیر مقلد اور اہل حدیث تھے۔ اس کے برخلاف دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

استفدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ امور خلاف ما کان عندی وما کانت طبیعتی تمیل الیہ کل میل فصارت ھذہ الاستفادۃ من براھین الحق تعالیٰ علیّ احدھا ...... وثانیھا الوصاۃ بالتقلید بھذہ المذاھب الاربعۃ لا اخرج منھا والتوفیق ما استطعت وجبلتی تأبی التقلید و تأنف منہ راسا ولکن شیٔ طلب منی التعبد بہ بخلاف نفسی[1]

جو کچھ میرے نزدیک تھا اور میری طبیعت جس طرف پورے طور پر مائل تھی، اس کے برخلاف میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین امور کا اس طرح استفادہ کیا کہ یہ استفادہ میرے لئے حق تعالیٰ کی ایک برہان بن گیا۔ ایک یہ .... دوسرے ان چاروں مذاہب کی تقلید کی وصیت کہ میں ان سے نہ نکلوں اور بقدر امکان ان میں باہم توفیق دوں۔ حالانکہ میری طبیعت تقلید کی منکر اور اس سے قطعاً بیزار تھی۔ لیکن میری طبیعت کے خلاف مجھ سے اسی چیز کی اطاعت طلب کی گئی۔

اس سے مقلد حضرات یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ شاہ صاحب مقلد تھے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا اصل رجحان عدم تقلید کی طرف تھا۔

بلاشبہ یہ دونوں تصریحات باہم متناقض ہیں اور سطحی نظر سے کام لینے والوں کے لئے یہ تناقض اس کا موقع فراہم کرتا ہے کہ ایک گروہ ایک تصریح کو اصل بنا کر شاہ صاحب کو غیر مقلد کہہ دے اور دوسرا گروہ دوسری تصریح کو اصل ٹھیرا کر انہیں مقلد کہہ دے۔

ان دونوں تصریحات کا تناقض تو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے الخیر اللطیف میں اپنے جس رجحان کو ظاہر فرمایا ہے وہ سفر حرمین سے پہلے کا رجحان ہے۔ اپنے والد کے

---

[1] فیوض الحرمین ص ۶۴، ۶۵ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی۔

انتقال کے بعد شاہ صاحب تقریباً بارہ سال تک مدرسہ رحیمیہ میں درس دیتے رہے ہیں بارہ سالہ تدریس اور مطالعہ کے نتیجے میں وہ فقہائے محدثین کی روش پر مطمئن ہوئے اور اس کے بعد حرمین تشریف لے گئے چنانچہ الجزء اللطیف ہی میں تحریر فرماتے ہیں :-

"بعد از وفات حضرت ایشان دوازدہ سال کما بیش بدرس کتب دینیہ و عقلیہ مواظبت نمود و در ہر علمے خوض واقع شد و توجہ بر قبر مبارک پیش گرفت و دراں ایام فتح توحید و کشادہ راہ جذب و جانبے عظیم از سلوک میسر آمد و علوم وجدانیہ فوج فوج نازل شدند و بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ .... قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہائے محدثین افتاد و بعد ازاں دوازدہ سال شوق زیارت حرمین در سر افتاد و در آخر سنہ ثلث و اربعین بحج مشرف شد" سنہ ۱۱۴۳ھ

حضرت (والد) کی وفات کے بعد میں کم و بیش بارہ سال تک مسلسل دینی اور عقلی کتابیں پڑھاتا رہا۔ ہر علم میں خوض رہا اور قبر مبارک پر توجہ بھی جاری رہی۔ ان ایام میں توحید اور جذب کی راہ کشادہ ہوئی اور سلوک کا بڑا حصہ میسر آیا اور وجدانی علوم فوج در فوج نازل ہوئے اور چاروں مذاہب کی کتابیں دیکھنے کے بعد .... غیبی نور کی مدد سے میرا دل فقہائے محدثین کی روش پر مطمئن ہوا۔ ان بارہ سال کے بعد سر میں زیارت حرمین کا شوق سمایا اور سنہ ۴۳ھ (سنہ ۱۱۴۳ھ) میں حج سے مشرف ہوا۔

اور فیوض الحرمین یقیناً سفر حرمین کے بعد کی تصنیف ہے۔ گویا شاہ صاحب اپنے عدم تقلید کے رجحان کو ترک کر کے تقلید کی طرف سفر حرمین کے بعد آئے ہیں۔

ان دونوں تصریحات کا تناقض تو اس طرح ختم ہو جاتا ہے، لیکن اسے کیا کیا جائے کہ شاہ صاحب وصیت نامہ میں جو یقیناً فیوض الحرمین کے بعد کی تصنیف ہے اپنی اولاد اور احباب کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن"

---

۱ مشمولہ انفاس ص ۱۹۵

ودائماً تفریعات فقہیہ را برکتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد درحیز قبول آوردن والا کالائے بدبریش خاوند دادن ۔ امت را ہیچ وقت عرض مجتہدات برکتاب وسنت استغنا نیست وسخن متقشفۂ فقہار کہ تقلید عالمی رادست آویز ساختہ تتبعت سنت را ترک کردہ اند لشنیدن و بہ ایشاں التفات نکردن، قربت خداجستی بدوری ایناں [1]

اور فروع میں ایسے علمائے محدثین کی پیروی کرنا جو فقہ اور حدیث دونوں کے جامع ہوں، اور فقہی تفریعات کو ہمیشہ کتاب وسنت پر پیش کرتے رہنا جو موافق ہو اسے قبول کرنا، ورنہ برُے سودے کو خاوند کی داڑھی پر ماردینا امت کسی وقت بھی اس سے بے نیاز نہیں کہ مجتہدات کو کتاب وسنت پر پیش کرتی رہے! اور ان متقشف فقہار کی بات نہ سننا جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو اختیار کرکے اتباع سنت کو ترک کردیا ہے، اور ان کی طرف التفات نہ کرنا اور ان سے دور رہ کر اللہ کا قرب تلاش کرنا۔

اسی طرح وصیت نامہ میں دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

چارۂ کار آنکہ کتب حدیث مثل صحیح بخاری وسلم وسنن ابی داؤد وترمذی وکتب فقہ حنفیہ وشافعیہ رانجواند وعمل برظاہر سنت پیش گیرد [2]

چارۂ کار یہ ہے کہ کتب حدیث مثل صحیح بخاری ومسلم وسنن ابوداؤد وترمذی اور احناف وشوافع کی کتب فقہ پڑھے اور ظاہر سنت پر عمل کرے۔

اس سے غیر مقلد حضرات پھر بجا طور پر یہ استدلال کرسکتے ہیں کہ شاہ صاحب نے سفر حرمین سے قبل فقہائے محدثین کی جو روش اختیار کی تھی، جب اسی روش کی وصیت انہوں نے اپنی اولاد اور احباب کو بھی فرمائی اور ظاہر سنت پر عمل کرنے کی تلقین کی تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب ابتدار

---

[1] وصیت نامہ وصیت اول ص ۳،۲ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۸۹۹ء

[2] وصیت سوم ص ۵

سے انتہا تک ایک ہی روش پر قائم رہے۔ اور وہ روش عدم تقلید کی روش تھی۔

اسی لئے عام طور پر جو یہ خیال پایا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کے خیالات میں انقلاب اس وقت آیا ہے جب انہوں نے سفر حرمین کیا، اور انہیں شیخ کردی کا تلمذ حاصل ہوا، اس نظریہ پر از سر نو غور کرنیکی ضرورت ہے۔

(ب) ایک جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔

عرفني رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان في المذهب الحنفي طريقة
انيقة هي اوفق الطرق بالسنة
المعروفة التي جمعت ونقحت
في زمان البخاري واصحابه
وذالك ان يوخذ من اقوال
الثلاثة قول اقربهم بها في
المسألة ثم بعد ذالك يتبع اختيارات
الفقها الحنفيين الذين كانوا من
علماء الحديث فرب شئ سكت
عنه الثلاثة في الاصول وما تعرضوا
لنفيه ودلت الاحاديث عليه فليس
بد من اثباته والكل مذهب حنفي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ
حنفی مذہب میں ایک پسندیدہ طریقہ ہے
اور یہ طریقہ اس معروف سنت کے بہت
موافق ہے جس کی جمع و تنقیح بخاری اور اصحاب
بخاری کے زمانہ میں ہوئی ہے وہ طریقہ یہ ہے
کہ ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور
اور امام محمد) کے اقوال میں سے اس قول کو لیا
جائے جو اس مسئلہ میں سنت کے سب سے
زیادہ قریب ہو۔ اس کے بعد ان حنفی فقہاء
کے اختیارات کا تتبع کیا جائے جو علمائے
حدیث بھی ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ بہت سی
باتیں ایسی ہیں کہ ائمہ ثلاثہ نے اصول میں ان
سے سکوت برتا اور ان کی نفی بھی نہیں کی اور
احادیث نے انہیں ثابت کر دیا۔ ایسی صورت
میں ان کے اثبات کے سوا کوئی چارہ نہیں اور
یہ سب مذہب حنفی ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وایاك ان تخالف القوم في الفروع
فانه مناقضة لمراد الحق ثم كشف

خبردار! فروع میں قوم کی مخالفت
نہ کرنا اس لئے کہ یہ مراد حق کے منافی ہے پھر

انوذجا ظهر لی منه کیفیة تطبیق السنة بفقه الحنفیة من الاخذ بقول احد الثلاثة۔ وتخصیص عموما تهم والوقوف علی مقاصدهم والاقتصار علی ما یفهم من لفظ السنة ولیس فیه تاویل بعید ولا ضرب بعض الاحادیث بعضاً ولا رفضا لحدیث صحیح بقول احد من الامة وهذه الطریقة ان اتمها الله والکلها فهی الکبریت الاحمر والاکسیر الاعظم[۱]

ایک نمونہ منکشف ہوا جس سے حنفی کو فقہ کو سنت کے مطابق کرنے کی یہ صورت معلوم ہوئی کہ ائمہ ثلاثہ میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کیا جائے، ان کے عمومات کی تخصیص کی جائے۔ ان کے مقاصد سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اور سنت کے الفاظ سے جو مفہوم ہوتا ہے اس پر اقتصار کیا جائے۔ اس میں نہ تاویل بعید ہو نہ بعض احادیث کو بعض سے ٹکرانے کی نوبت آئے اور نہ کسی صحیح حدیث کو امت کے کسی فرد کے قول کے مقابلہ میں ترک کرنا پڑے اگر اللہ اس طریقہ کو پورا فرمادے تو یہ سرخ گندھک اور اکسیر اعظم ہے۔

اس سے وہ حضرات جو امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں، بجا طور پر یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ شاہ صاحب حنفی تھے۔

بہر حال شاہ صاحب کے کلام میں اگرچہ چند مقامات پر رفع تناقض کی صورت نکال بھی لی جائے، تب بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ متعدد مقامات پر یہ "تناقض" اس طرح موجود ہے کہ اس کا حل کرنا آسان نہیں۔

اور یہ وہ حقیقت ہے جو نہ صرف شاہ صاحب کی تحریروں سے سامنے آتی ہے بلکہ شاہ صاحب نے دوسرے طرز پر ایک جگہ خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وهیهات هذه التناقضات منی لولا ۔۔۔ مجھ میں یہ افسوس ناک متناقض باتیں نہ پائی

---

[۱] فیوض الحرمین ص ۶۳

ان شدۃ الجامعیۃ ھی التی اوقعتنی فی ذالک [1] | جاتیں، اگر شدت جامعیت ہی نے مجھے اس میں نہ ڈالا ہوتا۔

اس موقع پر مناقضات سے شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ طبیعت تو تحصیل اسباب، عدم تقلید اور تفضیل علیؓ کی جانب مائل تھی لیکن حضورؐ نے ترک اسباب، تقلید اور تفضیل شیخین کا حکم فرمادیا۔

اپنی باتوں میں تناقض کے اس اقرار کے باوجود اسی موقع پر اس سے ذرا پہلے یہ بھی فرمادیا کہ:-

واکثر ما فی من الامور لا مناقضۃ بینھا [2] | مجھ میں جو باتیں ہیں ان میں سے بیشتر میں کوئی تناقض نہیں۔

بہرحال شاہ صاحب کی پوری تصانیف پر جس شخص کی نظر ہوا سے ان کے کلام میں تناقض کی ایک دو نہیں، متعدد مثالیں بڑی آسانی سے مل جائیگی۔

(۲) **تصوف** - شاہ صاحب کی پوری زندگی، ان کے علوم اور خصوصاً ان کے فقہی مسلک پر روحانیت اور تصوف کی حکمرانی ہے [3] اور صوفی کا مسلک صلح کل مسلک ہوتا ہے۔ اسی مسلک کی تعبیر ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ الصوفی لا مذھب لہ۔ یعنی صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔

شاہ صاحب کے کلام میں اگر یہ صورت پائی جاتی ہے کہ کبھی وہ فقہائے محدثین کیجانب مائل نظر آتے ہیں، کبھی شافعیت کی طرف، کبھی حنفیت کی طرف اور کبھی کسی اور امام کی طرف تو قرین قیاس ہے کہ اس صورت حال میں انکے اس مسلک تصوف اور ان کے صوفیانہ مزاج کا بھی دخل ہے۔

---

[1] فیوض الحرمین ص۶۵

[2] " " ص۶۴

[3] فیوض الحرمین ص۶۴ - ۶۵ کے مذکورہ اقتباس استفدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

۲۳- مجددیت - جو شخص بھی شاہ صاحب کی تعلیمات، ان کی اصلاحات اور ان کے کارناموں سے واقف ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے وقت کے مجدد تھے اور منصب تجدید کے فرائض کو کامیاب طریقے پر انجام دینے کے لئے جامعیت کی روش بہترین روش ہے۔ لیکن جامعیت کا یہ نتیجہ بالکل قدرتی ہے کہ بعد کے آنیوالے ان کے بارے میں مختلف الرائے ہو جائیں۔

شاہ صاحب واقعتہً ہیں کیا؟ اس حقیقت کا سراغ لگانے کے لئے میں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور جب ان کی دو کتابوں "المسوّیٰ" اور "المصفّیٰ" تک پہنچا تو ان دونوں کتابوں کے مطالعہ کے دوران میں نے یہ جستجو کی کہ مختلف فیہ مسائل میں شاہ صاحب کا رجحان کس طرف ہے۔ چنانچہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد جو حقیقت میرے سامنے آئی ہے، چاہتا ہوں کہ اس کا وہ حصہ بعینہ اہل علم کے سامنے رکھدوں جو شاہ صاحب سے بحیثیت مقلد متعلق ہے۔ تاکہ خصوصیت کیساتھ وہ حضرات جو شاہ صاحب کو مقلد مانتے ہیں خود کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ شاہ صاحب اگر مقلد تھے تو کس امام کے۔

المسوّیٰ اور المصفّیٰ

یہ دونوں کتابیں موطا، امام مالک کی دو شرحیں ہیں۔ المسوّیٰ عربی میں ہے اور نسبتہً مختصر اور المصفّیٰ فارسی میں ہے اور نسبتہً مفصل۔

امام مالک نے الموطا میں احادیث کے عنوانات مقرر کئے ہیں لیکن انہیں ابواب یا تراجم الابواب کا نام نہیں دیا[۱] شاہ صاحب نے اپنی دونوں کتابوں میں ابواب بھی قائم کئے اور تراجم الابواب بھی لکھے۔ (مسلسل)

---

[۱] موطا کے مصر و ہند کے مطبوعہ متعدد نسخوں میں یہی صورت ہے۔ موطا کا نسخہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، جو میرے پیش نظر ہے، اسمیں صفحہ ۳۹۰ پر صرف ایک جگہ لفظ باب لکھا ہوا ہے۔ وہ ہے "باب فی الاستیذان" زرقانی شرح موطا مطبوعہ مصر میں وقوت الصلوٰۃ کے عنوان کو جس سے موطا شروع ہوتی ہے (باقی حاشیہ صـ ۴۰ پر)

(بقیہ حاشیہ) "باب وقت الصلوۃ" لکھا گیا ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ موطا کا زمانہ تصنیف چونکہ تدوین کتب کے شیوع سے پہلے کا زمانہ ہے اسی لئے بعد کے مصنفین نے جب کہ تدوین کتب کا عام رواج ہو چکا تھا اپنی تصنیفات میں کتب والباب وفصول کا جو اہتمام کیا ہے، امام مالک نے نہیں کیا۔ لیکن ایک موضوع سے متعلق احادیث کو دوسرے موضوع سے متعلق احادیث سے ممتاز کرنے کے لئے انہوں نے جدا جدا عنوانات مقرر کر دیئے اور ابواب کا مقصد بھی چونکہ یہی ہوتا ہے، اس لئے انہیں خواہ عنوانات سے تعبیر کریں یا ابواب سے، بات ایک ہی ہے۔

یہ عنوانات جس طرح ابواب کے منشاء کو پورا کرتے ہیں، تراجم الابواب کے منشاء کو بھی پورا کرتے ہیں۔ باب اور ترجمۃ الباب میں جو فرق ہے اسے مثال کے ذریعہ اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ امام بخاری نے کتاب الایمان میں ایک باب باندھا ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس وھو قول وفعل ویزید وینقص" اس میں لفظ باب کا مصداق صرف یہی سہ حرفی لفظ ہے جو ب ا ب سے مرکب ہے اور اس کے بعد قول النبیؐ سے آخر تک جو کچھ ہے وہ اصطلاحاً ترجمۃ الباب کہلاتا ہے۔

لفظ باب کے بعد جو عبارت لکھی جاتی ہے یہ ضروری نہیں کہ پوری عبارت ایک ترجمۃ الباب بنے بلکہ بعض اوقات اس میں کئی کئی تراجم الابواب ہوتے ہیں۔ مثلاً امام بخاری کے مذکورہ ترجمۃ الباب کی عبارت کہ دراصل یہ تین تراجم الابواب پر مشتمل (جیساکہ شیخ الہند نے الابواب والتراجم مطبوعہ مطبع الامان نگینہ کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے) قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس۔ (۲) وھو قول وفعل (۳) ویزید وینقص

حاصل یہ ہے کہ امام مالک نے موطا میں اگرچہ ہر جگہ لفظ باب نہیں لکھا اور نہ ان عنوانات کو ترجمۃ الباب کا اصطلاحی نام دیا لیکن دراصل وہ ابواب بھی ہیں اور تراجم الابواب بھی